حقیقتِ اعتکاف

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

حقیقتِ اعتکاف

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور
مرکزی سیکرٹریٹ ۳۶۵/ایم ماڈل ٹاؤن

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	حقیقت اعتکاف
خطبات	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	علی اکبر قادری
پروف ریڈنگ	محمد افضل قادری
کمپوزنگ	غلام نبی قادری
اشاعت بار اول	جنوری ۱۹۹۷ء
تعداد	**۵ ہزار**
قیمت	15 روپے
مطبع	منہاج القرآن پرنٹرز

نوٹ : پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی تمام تصانیف اور خطبات و تقاریر کے ریکارڈ شدہ کیسٹوں سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی ان کی طرف سے ہمیشہ کے لئے ادارہ منہاج القرآن کے لئے وقف ہے۔

ناظم نشرو اشاعت

بسم الله الرحمن الرحيم

مَولَاے صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا

عَلٰی حَبِیبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرُبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلّم

فہرست

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۷	**باب اول**	
	حقیقت اعتکاف	۱
؍؍	رہبانیت کیا ہے؟	۲
۸	ایک غور طلب نکتہ	۳
۹	حضور ﷺ کی شان رحمتہ للعالمینی اور ترک رہبانیت	۴
۱۰	اسلام کا عمومی مزاج	۵
؍؍	سود کا بدل قرض حسنہ	۶
۱۱	نشہ شراب کا بدل نشہ شرابِ عشق الٰہی	۷
؍؍	ایک سوال	۸
؍؍	حقیقت اعتکاف خلوت نشینی	۹
۱۲	خلوت نشینی کیوں؟	۱۰
۱۳	اعتکاف کس نیت سے کیا جائے؟	۱۱
۱۴	ایک دلچسپ حکایت	۱۲
؍؍	حقیقت نفس	۱۳
۱۵	مقصود خلوت نشینی	۱۴
۱۶	اعتکاف کا بیان	۱۵
؍؍	اعتکاف واجب	۱۶
؍؍	اعتکاف سنت موکدہ	۱۷
۱۷	اعتکاف مستحب	۱۸
؍؍	اعتکاف کے چند دیگر مسائل	۱۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
	باب دوم	
۲۰	**شب قدر اور اس کی فضیلت**	۲۰
۲۱	شب قدر	〃
۲۲	شب قدر کا معنی و مفہوم	
۲۳	یہ رات کیوں عطا ہوئی؟	۲۱
۲۴	امت مصطفوی ﷺ کی خصوصیت	۲۳
۲۵	پہلی امتوں میں عابد کسے کہا جاتا ہے؟	〃
۲۶	فضیلت شب قدر احادیث رسول کی روشنی میں	〃
۲۷	شب قدر کو مخفی کیوں رکھا گیا؟	۲۵
۲۸	ایک جھگڑا شب قدر کے اخفا کا سبب بنا	〃
۲۹	ایک صحابی کو آگاہ فرمایا	۲۷
۳۰	شب قدر کے تعین کے سلسلہ میں ایک ایمان افروز واقعہ	۲۸
۳۱	شب قدر کی تعیین کے بارے میں دو اہم اقوال	۲۹
۳۲	سیدنا عبد اللہ بن عباس کا موقف	۳۰
۳۳	شب قدر کا وظیفہ	۳۱
۳۴	کتابیات	۳۲

باب اول

حقیقت اعتکاف

وصال حق کیلئے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کی خواہش ہر دور میں سعید روحوں کا شیوہ رہا ہے اور انسان اخلاقی و روحانی کمال کے حصول کیلئے مختلف نوعیت کی اضافی مشقتیں اور مجاہدات اپناتا چلا آرہا ہے۔ چنانچہ حصول مقصد کی تگ و دو میں کبھی تو وہ جادہ اعتدال پر گامزن رہا ہے اور کبھی افراط و تفریط کا شکار ہو گیا۔ وصال محبوب کی خاطر تزکیۂ نفس کیلئے کی جانے والی مختلف النوع کاوشوں میں سے ایک مسلمہ طریق مخلوق سے بے رغبتی اور کنارہ کشی ہے جس میں افراط کی معروف صورت "رہبانیت" ہے جو مختلف امم سابقہ کا شیوہ رہا ہے۔

رہبانیت کیا ہے؟

امم سابقہ میں وصال حق کے متلاشیوں نے جب یہ محسوس کیا کہ وہ معمولات حیات اور دنیاوی مشاغل و مصروفیات جاری رکھتے ہوئے اپنی منزل کو نہیں پاسکتے اور نفس کی غفلتیں اور سماجی ذمہ داریوں کی الجھنیں انہیں وہ محنت و مشقت اور مجاہدہ نہیں کرنے دیتیں جو معرفت حق اور وصال محبوب کیلئے ضروری ہے تو انہوں نے لذات نفسانی سے دستبرداری اور علائق دنیوی سے کنارہ کشی کی راہ اپنائی' سماجی ذمہ داریوں سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے جنگلوں اور ویرانوں کا رخ کیا' بیوی بچوں اور معاشرتی زندگی کی دیگر مصروفیات سے منہ موڑ کر غاروں کی خلوتوں اور کھوہوں کی تنہائیوں میں جا ڈیرہ لگایا اور وہیں رہ کر کثرت عبادت و مجاہدہ بلکہ نفس کشی کے ذریعے وصال حق کی جستجو کرنے لگے۔ قرآن نے ان کے اس تصور حیات کو "رہبانیت" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ قرآن کی رو سے یہ طرز زندگی وصال حق کی متلاشی روحوں نے از خود اختیار کیا تھا یہ طریقہ ان پر فرض نہیں کیا گیا تھا ارشاد ہوتا ہے:

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○

(الحدید ۵۷:۲۷)

اور رہبانیت کی بدعت انہوں نے خود وضع کر لی تھی ہم نے ان پر فرض نہ کی تھی (ہاں) مگر انہوں نے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے وضع کی (اس لئے ہم نے اسے بھی قبول کر لیا) لیکن وہ اس کے جملہ تقاضوں اور آداب کا لحاظ قائم نہ رکھ سکے پس ان میں سے جو لوگ ایمان دار تھے ہم نے انہیں اس کا اجر عطا کیا مگر ان میں سے اکثر نافرمان تھے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دین عیسوی میں اصلا رہبانیت فرض نہ کی گئی تھی بلکہ اس کا تعلیمات مسیحؑ میں سرے سے کوئی ذکر ہی نہ تھا' بعد کے لوگوں نے از خود رضائے الٰہی کی خاطر زیادہ ریاضت و مجاہدہ اور عبادت و مشقت کی خاطر رہبانیت (ترک دنیا) کی صورت پیدا کرلی۔ چونکہ یہ کام بھی رضائے الٰہی کے نصب العین کے تحت کیا گیا تھا اس لئے قرآنی بیان کے مطابق باری تعالیٰ نے اسے امر مستحسن کے طور پر قبول کرلیا۔ اب یہ ضروری تھا کہ رہبانیت کے جملہ تقاضے کماحقہ پورے کئے جاتے تاکہ اس سے صحیح روحانی فائدہ میسر آتا۔ لیکن ان میں سے اکثر افراد بالالتزام ان تقاضوں کو پورا نہ کرسکے۔ اس لئے انہیں نافرمان قرار دیا گیا اور جنہوں نے اس کے تقاضوں کو صحیح طور پر پورا کیا انہیں باری تعالیٰ نے اجر و ثواب سے بہرہ ور فرمایا۔

گویا جب تک رہبانیت میں مقصدیت کار فرما رہی اسے گوارا کیا جاتا رہا۔ لیکن جب وہ بھی محض رسم دنیا بن کر رہ گئی' اس کی روح فوت ہو گئی اور وہ مقصدیت جس کی وجہ سے اسے گوارا کرلیا تھا پیش نظر نہ رہی تو اس کی افادیت بھی ختم ہو گئی۔

ایک غور طلب نکتہ

یہاں ایک نکتہ جو قابل غور ہے یہ ہے کہ قرآن نے اس فعل کو کہیں حرام

قرار نہیں دیا اور نہ ہی اسے کوئی ایسا فعل مذموم قرار دیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم آتی ہو بلکہ اللہ رب العزت نے نہایت حکیمانہ انداز میں اس بات کی نشاندہی فرمائی ہے کہ ہم نے تو ان سے اس فعل کو گوارا بھی کرلیا تھا لیکن اس لئے کہ اسے ہماری ہی رضا کے حصول کے لئے اپنایا گیا تھا اور ان لوگوں کا مقصود و مطلوب سوائے وصال حق کے اور کچھ نہ تھا لہٰذا ہم نے ان پر نہی وارد نہ کی۔ گویا رہبانیت فی نفسہ کوئی مذموم اور ناپسندیدہ شعار زندگی نہیں تھا۔

حضور ﷺ کی شان رحمتہ للعالمینی اور ترک رہبانیت

جب سرکار دوعالم رحمت مجسم، سرور کائنات ﷺ خاتمیت، اکملیت اور کاملیت کی شان کے ساتھ اسلام کی صورت میں دین فطرت لے کر کائنات انسانی میں مبعوث ہوئے اور قرآن کی صورت میں اللہ کا آخری پیغام انسانیت تک پہنچادیا تو فرمایا:

لا رھبانیۃ فی الاسلام اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے بالعموم یہ استنباط کیا جاتا ہے کہ اسلام نے رہبانیت کی نفی کردی ہے یا اسلام میں رہبانیت نام کی کسی شے کا وجود نہیں۔ یہ استنباط اپنی جگہ درست ہے لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو آپ ﷺ نے اپنے اس فرمان اقدس کے ذریعے نفس کشی کے بے جا ضابطوں سے نجات عطا کرکے اپنی امت کو ایک بہت بڑی نعمت سے بہرہ ور کردیا ہے اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی زبان حال سے پوری امت کو یہ خوشخبری دے رہا ہے کہ اے شمع دین حق کے پروانو! تلاش حق کے راہ نوردو! اور جلوہ محبوب کے متلاشیو! اب تمہیں اپنے محبوب کے دیدار و وصال کے لئے اپنے بیوی بچوں کو خیرباد کہنے کی ضرورت نہیں۔ اب تمہیں حصول منزل کے لئے جنگلوں، ویرانوں، غاروں اور کھوہوں کو اپنا مسکن بنانے کی حاجت نہیں۔ اب تمہیں تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کے لئے معاشرتی زندگی اور سماجی ذمہ داریوں سے راہ

فرار اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔ نور حق تمہارے درمیان ضو ریز ہو چکا ہے۔ رسول رحمت تمہارے مابین جلوہ گر ہو چکا۔ اللہ کا دین اپنے اتمام کو پہنچ چکا۔ اب تمہیں بے جا مشقتیں اٹھانے اور رہبانیت اپنانے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں اسلام کی صورت میں ایک مکمل اور جامع نظام حیات سے بہرہ ور کر کے رہبانیت جیسی بے جا مشقتوں کے بوجھ سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ تم چاہو تو اس رحمت مجسم کی اتباع و اطاعت کر کے اسی دنیا میں رہتے ہوئے' کاروبار زندگی کی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے بیوی بچوں اور دیگر افراد معاشرہ کے حقوق کی ادائیگی سے عہدہ بر آ ہوتے ہوئے وصال یار اور قرب الٰہی کی منزل کو پا سکتے ہو۔ ہم نے تمہاری رہبانیت کا بدل بلکہ نعم البدل عطا کر دیا ہے اور وہ ہے "اعتکاف"

گویا رحمت عالم ﷺ کے اس فرمان اقدس کا معنی یہ ہے کہ اسلام جیسے کامل و اکمل اور مکمل دین کی موجودگی میں اب رہبانیت نام کی کسی بے جا ریاضت اور نفس کشی کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔

اسلام کا عمومی مزاج

اسلام دین فطرت ہے جو انسان کے فطری واجبات اور نفسی مقتضیات کی رعایت رکھتے ہوئے ان کی تکمیل کے لئے حکیمانہ راہ تجویز کرتا ہے۔ اسلام اگر کسی چیز پر پابندی عائد کرتا ہے یا کسی تصور کو ختم کرتا ہے تو انسان کو بہتر بدل عطا کرتا ہے تاکہ اس چیز یا تصور کی خوگر طبائع پر یہ تبدیلی گراں نہ گزرے اور اس تبدیلی کی نہ صرف افادیت مسلم ہو جائے بلکہ انسانی طبائع اس کی طرف بہ رغبت مائل بھی ہوں۔

سود کا بدل --- قرض حسنہ

مثال کے طور پر جب سودی لین دین جیسے انسانیت کش نظام کو معاشرے سے ختم کرنے کا ارادہ کیا گیا تو اس کے خاتمے سے پہلے زکوٰۃ و صدقات اور قرض حسنہ جیسے انسانیت پرور تصورات کو متعارف کرایا گیا۔ اگر زکوٰۃ و صدقات اور قرض حسنہ جیسے

انسان پرور نظام کو رائج کئے بغیر سود کی لعنت سے چھٹکارا پانے کی کوشش کی جاتی تو یقیناً مطلوبہ نتائج بر آمد نہ ہو سکتے۔

نشہ شراب کا بدل --- نشہ شراب عشق الٰہی

اسلام نے شراب کو یک دم حرام قرار نہیں دیا بلکہ اسلام جو دین فطرت ہے اور انسانی طبائع کی کمزوریوں سے بخوبی آگاہ ہے اس نے شراب پر بتدریج پابندی عائد کی اور اس وقت تک اسے کلیتاً حرام قرار نہیں دیا جب تک کہ شراب کے نشہ اور کیف و سرور کے رسیا طبائع کو عشق الٰہی کے نشہ سے متعارف نہیں کرا دیا۔ جب تک ذکر الٰہی اور دیدار مصطفیٰ ﷺ کے نشے سے بہرہ ور نہیں کر دیا گیا اور لوگوں کو نشہ شراب کا نعم البدل عطا نہیں کر دیا گیا شراب پر پابندی نہیں لگائی گئی۔

علیٰ ہذا القیاس اسلام نے جن جن امور پر پابندی عائد کی ہے فطرت انسانی کی مقتضیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کا بہتر بدل انسان کو عطا کر دیا۔

ایک سوال

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام مذموم امور پر بھی اس وقت تک پابندی عائد نہیں کرتا جب تک اس کا بہتر بدل مہیا نہیں کر دیتا تو رہبانیت جو فی نفسہ اتنی ناپسندیدہ اور مذموم چیز نہیں تھی بلکہ معرفت حق اور وصال الٰہی کی طلب سے عبارت ایک باقاعدہ نظام حیات تھا جب اسلام اس پر پابندی عائد کر رہا ہے تو کیا اس کا کوئی نعم البدل نہیں دیا ہوگا۔ اسلام کی حکیمانہ تعلیمات کے پیش نظریہ ممکن ہی نہیں کہ اس نے رہبانیت کا بہتر بدل امت مسلمہ کو فراہم نہ کر دیا ہو اور وہ نعم البدل جو جادہ حق کے متلاشیوں کو اسلام نے عطا کیا ہے "اعتکاف" ہے۔

حقیقت اعتکاف --- خلوت نشینی

اعتکاف کی حقیقت خلوت نشینی ہے اور یہ رب العزت کا اپنے محبوب ﷺ

کے تصدق سے امت مصطفوی ﷺ پر خصوصی لطف و احسان ہے کہ وصال حق کی وہ منزل جو امم سابقہ کو زندگی بھر کی مشقتوں اور بے جا ریاضتوں کے نتیجے میں بھی حاصل نہیں ہو سکتی تھی فقط چند روز کی خلوت نشینی سے میسر آ سکتی ہے۔ چنانچہ اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ انسان چند روز کے لئے علائق دنیوی سے کٹ کر گوشہ نشین ہو جائے۔ ایک محدود مدت کے لئے خلوت گزیں ہو کر اللہ کے ساتھ اپنے تعلق بندگی کی تجدید کر لے، اپنے من کو آلائش نفسانی سے علیحدہ کر کے اپنے خالق و مالک کے ذکر سے اپنے دل کی دنیا آباد کر لے، مخلوق سے آنکھیں بند کر کے اپنے خالق کی طرف لو لگائے ان کیفیات سے مملو ہو کر جب انسان دنیا و مافیہا سے کٹ کر صرف اپنے خالق و مالک کے ساتھ لو لگا لیتا ہے تو اس کے یہ چند ایام سالوں کی عبادت اور محنت و مشقت پر بھاری قرار پاتے ہیں۔

خلوت نشینی کیوں؟

جیسا کہ پہلے تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے کہ اعتکاف کی حقیقت خلوت نشینی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر خلوت نشینی کا فلسفہ کیا ہے؟ انسان آخر خلوت نشینی کیوں اختیار کرے؟

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسان کا نفس انسان کو ہمہ وقت برائی پر اکساتا رہتا ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ (یوسف، ۱۲: ۵۳)

بے شک نفس انسان کو برائی کی طرف ہی اکساتا رہتا ہے۔

ارشاد قرآن کی رو سے تمرد و انحراف انسانی نفس کا شیوہ اور اس کی فطرت میں شامل ہے۔ چنانچہ کاروبار حیات کی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے انسان بالعموم غفلتوں کا شکار رہتا ہے۔ نتیجتاً انسان میں کسی کا بندہ ہونے کا شعور بیدار نہیں رہتا اور انسان مسلسل بغاوت و سرکشی پر مائل رہتا ہے۔ اسی شعور بندگی کو بیدار کرنے کے لئے اسلام

نے اپنے ماننے والوں کو اس امر کی تعلیم دی ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں تھوڑی دیر کے لئے انسان گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور اپنے آپ کو ایک مجرم کی حیثیت سے اپنے آقا و مولا کی بارگاہ میں پیش کر کے اصلاح احوال کا متمنی ہو۔ یہ معمول زندگی بھر رہنا چاہئے لیکن رمضان المبارک چونکہ خصوصی رحمتوں کا مہینہ ہے اس لئے اس ماہ رحمت میں خلوت نشینی کے اس تصور کو ایک باقاعدہ ضابطے کے تحت اعتکاف کی صورت میں متعین کر دیا گیا تاکہ سال بھر علائق دنیوی میں ملوث رہنے والا انسان چند روز کے لئے اپنے نفس کے متمرد اور سرکش گھوڑے کو لگام ڈال سکے۔ نیز کثرت ذکر الٰہی اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے تصفیہ باطن کر کے خلوت میں جلوت محبوب کی دولت سے بہرہ ور ہو سکے۔

اعتکاف کس نیت سے کیا جائے؟---ایک ایمان افروز نکتہ

احوال نفس کے اختلاف کے پیش نظر اعتکاف کے لئے مختلف لوگوں کی نیت مختلف ہو سکتی ہے۔ مثلاً بعض لوگ اس نیت سے اعتکاف کرتے ہیں کہ اس ذریعے سے وہ نفس کو علائق دنیوی سے پاک اور مخلوق کے شر سے خود کو بچائیں گے۔ اس نیت سے خلوت نشینی اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا گناہوں کا گھر ہے اور مخلوق کے ساتھ میل ملاپ سراسر گھاٹے کا سودا ہے لہٰذا خود کو اس شر سے محفوظ کرنے کے لئے انسان کو خلوت گزیں ہو جانا چاہئے۔ یہ نیت بھی درست ہے لیکن اس میں پنہاں ایک بہت بڑا فساد بجائے خود نفس کے لئے ایک بہت بڑے تمرد اور سرکشی کا باعث بن سکتا ہے۔ اس نیت سے اعتکاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا انسان نے خود کو دوسروں سے بہتر جانا اور اپنے نفس کو مخلوق خدا کے شر سے بچانے کے لئے گوشہ تنہائی میں جانے کا ارادہ کیا۔

اعتکاف کے لئے محمود ترین نیت یہ ہے کہ انسان اعتکاف کرتے ہوئے یہ نیت کرے کہ میرا نفس فتنہ و فساد کی آماجگاہ اور شر کا پیکر ہے اس میں ہر آن بغاوت

و سرکشی کے میلانات سر اٹھاتے رہتے ہیں۔ کیوں نہ میں کچھ عرصہ کے لئے گوشہ نشین ہو جاؤں تاکہ مخلوق خدا کچھ عرصہ کے لئے میرے نفس کی فتنہ سامانیوں اور اس کے شر کی ہلاکت خیزیوں سے محفوظ رہ سکے۔

ایک دلچسپ حکایت

ایک مرتبہ ایک خلوت گزیں درویش سے کسی نے گوشہ نشینی کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ میرے پاس ایک کتا ہے جو نہایت خطرناک ہے۔ میں اس کے شر سے لوگوں کو بچانے کے لئے خلوت نشین ہو گیا ہوں۔

پوچھا گیا "وہ کتا کہاں ہے؟"

فرمایا "میرا نفس"

حقیقت نفس

نفس انسانی اپنی خلقت کے اعتبار سے بیمانہ خصلتوں کا مرقع ہے۔ حرص وہوا، لالچ ومفاد پرستی، غرور وتکبر، خود غرضی وخود پسندی، بغض، حسد وکینہ اور عداوت، عیاری ومکاری، دجل وفریب وغیرہ یہ سب نفس کے خصائل ہیں جن سے انسان کو ہمہ وقت اللہ کی پناہ مانگتے رہنا چاہئے۔ نفس کبھی عالم کو اپنے علم کے گھمنڈ پر اکساتا ہے تو کبھی عبادت گزار کو کثرت مجاہدہ کے تکبر پر، کبھی کسی سخی کو سخاوت کے زعم میں مبتلا کر کے ہلاکتوں میں ڈال دیتا ہے تو کبھی کسی مجاہد کو خود پسندی کے فریب میں پھنسا کر۔ غرضیکہ یہ ظالم ہمہ وقت انسان پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے اور ہر انسان پر اس کا حملہ اس انسان کے حسب حال ہوتا ہے۔ نیکوکاروں پر تو خود پسندی اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کے فتور کی صورت میں ایسے ہلاکت انگیز حملے کرتا ہے کہ آن واحد میں انسان کا خرمن اعمال خاکستر ہو کر رہ جاتا ہے اور انسان کی مدتوں کی کمائی آناً فاناً لٹ کر رہ جاتی ہے نفس کی ہلاکت خیزیوں کا یہ عالم ہے کہ انسان کبھی زندگی بھر اس کی غارت گری پر مطلع نہیں ہو پاتا اور جب اچانک پردہ اٹھتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ میں کس قدر فریب

نفس میں مبتلا رہا اور یہ ظالم نفس کس طرح مجھے اپنے دام تزویر میں شکار کئے ہوئے تھا۔

مقصود خلوت نشینی

خلوت نشینی کا مقصود مطلوب یہ ہے کہ انسان گوشہ تنہائی میں داخل ہو کر خود کو مخلوق سے قلباً جدا کرلے اور جب خلوت نشینی سے باہر آئے تو نفس سے خود کو جدا کر چکا ہو۔ نفس سے جدا ہونے کا مطلب خصائل نفس سے اپنے آپ کو مبرا کرلینا ہے۔ درست ہے کہ نفس کثرت ریاضت و مجاہدہ سے بھی کمزور پڑتا ہے۔ کثرت رقت و گریہ زاری نفس کی تمام آلائشوں کو دھو دیتی ہے اور رفتہ رفتہ انسان خصائل نفس سے جدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب نفس انسان اپنی خصلتوں سے جدا ہو جاتا ہے تو اسے اپنے محبوب و مطلوب کی جلوت نصیب ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنے من کی مراد کو پالیتا ہے۔ یاد رکھئے! جب تک انسان نفس کی معیت میں رہتا ہے رب کی معیت سے محروم رہتا ہے اور جب بندہ نفس اور اس کی خصلتوں سے جدا ہو جاتا ہے تو اسے اپنے رب تعالٰی کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے۔

حضرت مالک بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! آپ کو خلوت سے وحشت نہیں ہوتی؟ تو فرمانے لگے "ارے صحبت محبوب میں بھی کسی کو وحشت ہوتی ہے؟ میں خلوت میں اپنے محبوب کی جلوت سے بہرہ ور ہوتا ہوں۔ ان پر کیف اور سرور آفریں لمحات میں وحشت کیسی؟"

حاصل کلام یہ کہ جب تک انسان نفس کے شر کے تابع رہتا ہے وصال یار سے محروم رہتا ہے اور جب علائق دنیوی سے کچھ دیر منہ موڑ کر تزکیہ نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور قلباً و قالباً جلوت سے خلوت آرا ہو جاتا ہے تو اسے اپنے محبوب کے وصال کی دولت بے بہا حاصل ہو جاتی ہے۔ گویا یہ خلوتیں اپنے رب جلیل کی جلوتیں عطا کر دیتی ہیں اور اگر انسان کثرت ذکر و فکر، عبادت و ریاضت اور گریہ وزاری کو اپنا مستقل شعار بنالینے کے ساتھ ساتھ محاسبہ نفس کی راہ پر استقامت سے چل نکلے تو ان

جلوتوں کو دوام بھی نصیب ہو سکتا ہے اور جب ان کیفیات حضور و سرور کو دوام مل جاتا ہے تو پھر انسان اس آیت قرآنی کا مصداق بن جاتا ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور ۲۴: ۳۷)

اللہ کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکر الٰہی سے غافل نہیں کر سکتی۔

اس مقام پر جلوت یار کی کیفیت نفس انسانی میں یوں رچ بس جاتی ہے کہ وہ مخلوق کی جلوت میں رہتے ہوئے بھی جلوت محبوب کی حلاوت پاتا ہے۔ انسان کا ظاہر مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے جب کہ باطن اپنے آقا و مولا کے ساتھ اور یوں وہ انجمن میں بھی خلوت کے مزے لوٹتا ہے۔

اعتکاف کا بیان

عبادت کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ اعتکاف واجب

۲۔ اعتکاف سنت

۳۔ اعتکاف مستحب

۱۔ اعتکاف واجب

کسی نے یہ منت مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں ایک دن یا دو دن کا اعتکاف کروں گا اور اس کا کام ہو گیا۔ یہ اعتکاف واجب ہے اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ یاد رکھو کہ اعتکاف واجب کے لئے روزہ شرط ہے بغیر روزہ کے اعتکاف واجب صحیح نہیں۔ (در مختار ۲: ۱۲۹)

۲۔ اعتکاف موکدہ

یہ اعتکاف رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں کیا جائے گا یعنی

بیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے سے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے اور تیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے کے بعد یا انتیسویں رمضان کو چاند ہونے کے بعد مسجد سے نکلے۔ یاد رکھو کہ اعتکاف سنت موکدہ کفایہ ہے۔ یعنی اگر محلّہ کے سب لوگ چھوڑ دیں گے تو سب آخرت کے مواخذہ میں گرفتار ہوں گے اور اگر ایک آدمی نے بھی اعتکاف کر لیا تو سب آخرت کے مواخذہ سے بری ہو جائیں گے۔ اس اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے مگر وہی رمضان کے روزے کافی ہیں۔ (در مختار' ۲: ۱۳۰)

۳۔ اعتکاف مستحب

اعتکاف مستحب یہ ہے کہ جب کبھی بھی دن یا رات میں مسجد کے اندر داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کرے۔ جتنی دیر تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب پائے گا نیت کے لئے صرف دل میں اتنا خیال کر لینا اور منہ سے کہہ لینا کافی ہے کہ میں نے خدا کے لئے اعتکاف مسجد کی نیت کی۔ (فتاویٰ عالمگیری' ۱: ۱۹۷)

اعتکاف مسجد کے مسنون الفاظ یہ ہیں۔

نویت سنت الاعتکاف

اعتکاف کے چند دیگر مسائل

(۱) اعتکاف کرنے والوں کے لئے بلاعذر مسجد سے نکلنا حرام ہے۔ اگر نکلے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا چاہے قصداً نکلے یا بھول کر۔ اس طرح عورت نے جس گھر میں اعتکاف کیا ہے اس کا اس گھر سے نکلنا حرام ہے۔ اگر عورت اس مکان سے باہر نکل گئی تو خواہ قصداً نکلی یا بھول کر' اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (در مختار' ۲: ۱۳۳)

(۲) مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسجد میں اعتکاف کرے اور عورت اپنے اس گھر میں اس جگہ اعتکاف کرے گی جو جگہ اس نے نماز پڑھنے کے لئے مقرر رکی ہو۔

(در مختار' ۲: ۱۲۹)

(۳) اعتکاف کرنے والا دو عذروں کے سبب سے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے۔ ایک عذر طبعی جیسے رفع حاجت، غسل فرض اور وضو کے لئے، دوسرا عذر شرعی جیسے نماز جمعہ کے لئے جانا اگر مسجد میں نماز جمعہ نہ ہوتی ہو۔ ان دونوں عذروں کے سوا کسی اور وجہ سے مسجد سے نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اگرچہ بھول کر ہی نکلے۔ (درمختار، ۲: ۱۳۳)

(۴) اعتکاف کرنے والا دن رات مسجد میں ہی رہے گا۔ وہیں کھائے، پیئے سوئے، مگر احتیاط رکھے کہ کھانے پینے سے مسجد گندی نہ ہونے پائے، معتکف کے سوا کسی اور کو مسجد میں کھانے پینے اور سونے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے اگر کوئی آدمی مسجد میں کھانا پینا اور سونا چاہے تو اس کو چاہئے کہ اعتکاف مستحب کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو اور نماز پڑھے یا ذکر الٰہی کرے۔ پھر اس کے لئے کھانے پینے اور سونے کی بھی اجازت ہے۔ (درمختار، ۲: ۱۳۴)

(۵) اگر اعتکاف میں بیٹھتے وقت یہ شرط کر لی کہ مریض کی عیادت و نماز جنازہ میں جائے گا تو یہ شرط جائز ہے۔ اب اگر ان کاموں کے لئے مسجد سے باہر گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہو گا۔ مگر دل میں نیت کر لینا کافی نہیں بلکہ زبان سے کہنا بھی ضروری ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری، بہار شریعت، ۱: ۴۷۴)

اگر مسجد گر گئی یا کسی نے زبردستی مسجد سے نکال دیا اور وہ فوراً ہی کسی دوسری مسجد میں چلا گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہو گا۔

(فتاویٰ عالمگیری، بہار شریعت، ۲: ۴۷۳)

(۶) اعتکاف کرنے والا بالکل ہی چپ نہ رہے نہ لوگوں سے بہت زیادہ بات چیت کرے، بلکہ اس کو چاہئے کہ نفل نمازیں زیادہ پڑھے، تلاوت کرے علم دین کا درس دے، اولیاء و صالحین کے حالات سنے اور دوسروں کی سنائے، کثرت سے درود شریف پڑھے اور ذکر الٰہی کرے، اکثر باوضو رہے اور دنیاداری کے خیالات سے دل کو پاک وصاف رکھے اور بکثرت رو رو کر اور گڑگڑا کر خداوند تعالیٰ سے دعا مانگے۔

(درمختار، ۲: ۱۳۵)

(۷) اعتکاف کی قضا صرف قصداً اعتکاف توڑنے ہی سے نہیں ہوتی بلکہ اگر عذر کی وجہ سے بھی اعتکاف چھوڑ دیا۔ مثلاً بیمار ہو گیا یا بلا اختیار چھوٹا جیسے عورت کو حیض یا نفاس آیا' جنون یا بے ہوشی طاری ہوئی ان صورتوں میں بھی قضا واجب ہے۔

(۸) معتکف اگر بہ نیت عبادت بالکل چپ رہے کہ چپ رہنے کو ثواب سمجھے تو یہ مکروہ تحریمی اور اگر چپ رہنے کو ثواب کی بات سمجھ کر نہ چپ رہے تو حرج نہیں۔ اور بری باتوں سے چپ رہا تو چپ رہنا مکروہ نہیں' بلکہ یہ تو اعلیٰ درجے کی بات ہے کیونکہ بری باتوں سے زبان کو روکے رہنا بہرحال واجب ہے اور جس بات میں ثواب ہو نہ گناہ یعنی مباح باتیں تو یہ بھی بلاضرورت معتکف کو مکروہ ہیں' کیونکہ بلا ضرورت مسجد میں مباح کلام بھی نیکیوں کو اس طرح کھالیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔
(بہارِ شریعت' ۱: ۴۷۴)

(۹) سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ اعتکاف ہو یا کوئی بھی عبادت اس میں صرف رضائے الٰہی کی نیت رکھے۔ دکھاوا' نیک نامی اور شہرت کو ہرگز ہرگز دخل نہ دے ورنہ ہر عبادت بے نور و بے رونق بلکہ ضائع و غارت ہو جائے گی اور ثواب کی جگہ گناہ نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کے ہر عمل میں نیک نیتی اور اخلاص کی توفیق بخشے۔ (آمین)

نوٹ: مندرجہ بالا مسائل روزہ کا آخری حصہ براہ راست جناب شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی کی کتاب "سامان آخرت" سے ماخوذ ہے اور پہلے حصے میں مختلف کتب فقہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

باب دوم

شب قدر اور اس کی فضیلت

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی قدر و منزلت اور خیر و برکت کی حامل رات ہے۔ اسی رات کو اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی برس چار ماہ بنتے ہیں۔ یعنی جس شخص کی یہ ایک رات عبادت میں گزری اس نے تراسی برس چار ماہ کا زمانہ عبادت میں گزار دیا اور تراسی برس کا زمانہ کم از کم ہے کیونکہ **خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ** کہہ کے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کریم جتنا زائد اجر عطا فرمانا چاہے گا عطا فرما دے گا۔ اس اجر کا اندازہ انسان کے بس سے باہر ہے۔

شب قدر کا معنی و مفہوم

۱) امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ "قدر" کا معنی مرتبہ کے ہیں چونکہ یہ رات باقی راتوں کے مقابلے میں شرف و مرتبہ کے لحاظ سے بلند ہے اسلئے اسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔

۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ چونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سال کی تقدیر و فیصلے کا قلمدان فرشتوں کو سونپا جاتا ہے اس وجہ سے یہ لیلۃ القدر کہلاتی ہے۔

۳) اس رات کو قدر کے نام سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے:

نزل فیها کتاب ذو قدرٍ علی لسان ذی قدر علی امۃ لها قدر ولعل اللہ تعالیٰ انما ذکر لفظۃ القدر فی هذہ السورۃ ثلاث مرات لهذا السبب

(تفسیر کبیر، ۳۲:۲۸)

اس رات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قابل قدر کتاب قابل قدر امت کے لئے صاحب قدر رسول کی معرفت نازل فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ اس سورت میں لفظ قدر تین دفعہ آیا ہے۔

۴) لفظ قدر تنگی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے اسے قدر والی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات آسمان سے فرش زمین پر اتنی کثرت کے ساتھ فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ (تفسیر الخازن، ۴: ۳۹۵)

۵) امام ابوبکر الوراق "قدر" کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ رات عبادت کرنیوالے کو صاحب قدر بنا دیتی ہے اگرچہ وہ پہلے اس لائق نہ تھا۔ (القرطبی، ۲۰: ۱۳۱)

یہ رات کیوں عطا ہوئی؟

اس رات کے عطا کئے جانے کا سب سے اہم سبب نبی اکرم ﷺ کی اس امت پر شفقت اور آپ کی غم خواری ہے۔ موطا امام مالکؒ میں ہے کہ

ان رسول اللہ ﷺ اری اعمار الناس قبلہ او ماشاء اللہ من ذالک فکانہ تقاصر اعمار امتہ عن ان لایبلغوا من العمل مثل الذی بلغ غیرھم فی طول العمر	جب رسول پاک ﷺ کو سابقہ لوگوں کی عمروں پر آگاہ فرمایا گیا تو آپ نے ان کے مقابلے میں اپنی امت کے لوگوں کی عمر کو کم دیکھتے ہوئے یہ خیال فرمایا کہ میری امت کے لوگ اتنی کم عمر میں سابقہ امتوں کے برابر عمل کیسے کر سکیں گے؟
مؤطا امام مالک، کتاب الصیام (باب ماجاء فی لیلۃ القدر)	

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے مقدس دل کو اس معاملہ میں ملول و پریشان دیکھا تو

فاعطاہ لیلۃ القدر خیر من الف شھر	پس آپ ﷺ کو لیلۃ القدر عطا فرما دی جو ہزار مہینے سے افضل ہے۔
(موطا امام مالک کتاب الصیام، باب ماجاء فی لیلہ القدر)	

اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بنی اسرائیل کے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا گیا جس نے ایک ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا تھا۔

فعجب رسول اللہ ﷺ لذالک وتمنی ذالک لامتہ فقال یارب جعلت امتی اقصر الاعمار واقلھا اعمالا فاعطاہ اللہ لیلۃ القدر

(تفسیر الخازن، ۴: ۳۹۷)

تو آپ ﷺ نے اس پر تعجب فرمایا اور اپنی امت کے لئے آرزو کرتے ہوئے جب یہ دعا کی کہ اے میرے رب میری امت کے لوگوں کی عمریں کم ہونے کی وجہ سے نیک اعمال بھی کم ہوں گے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے شب قدر عنایت فرمائی۔

ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے مختلف شخصیات حضرت ایوب، حضرت ذکریا، حضرت حزقیل، حضرت یوشع علیہم السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان حضرات نے اَسی اَسی سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور پلک جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ صحابہ کرام کو ان برگزیدہ ہستیوں پر رشک آیا۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

یامحمد! عجبت امتک من عبادۃ ھولاء النفر ثمانین سنۃ فقد انزل اللہ علیک خیرا من ذالک: ثم قرا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر فسر بذالک رسول اللہ ﷺ

(القرطبی، ۲۰: ۱۳۰)

اے محمد مصطفیٰ (ﷺ) آپ کی امت کے لوگ ان سابقہ لوگوں کی اَسی اَسی سالہ عبادت پر رشک کر رہے ہیں تو آپ کے رب نے آپ کو اس سے بہتر عطا فرمادیا ہے اور پھر قرات کی **اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ** اس پر رسول خدا ﷺ کا چہرہ اقدس فرط مسرت سے چمک اٹھا۔

چنانچہ حضور ﷺ کی طفیل یہ کرم فرمایا کہ اس امت کو لیلۃ القدر عنایت فرمادی اور اس کی عبادت کو اَسی نہیں بلکہ ۸۳ سال چار ماہ سے بڑھ کر قرار دیا۔

امت مصطفوی ﷺ کی خصوصیت

لیلۃ القدر فقط آپ ﷺ کی امت کی خصوصیت ہے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ وھب لامتی لیلۃ القدر لم یعطھا من کان قبلھم

(در منثور، ۶:۳۷۱)

یہ مقدس رات اللہ تعالیٰ نے فقط میری امت کو عطا فرمائی ہے سابقہ امتوں میں سے یہ شرف کسی کو بھی نہیں ملا۔

پہلی امتوں میں عابد کسے کہا جاتا تھا؟

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ پہلی امتوں میں عابد اسے قرار دیا جاتا تھا جو ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کے صدقہ میں اس امت کو یہ فضیلت حاصل ہوئی وہ ایک رات کی عبادت سے اس سے بہتر مقام حاصل کرلیتی ہے:

قیل ان العابد کان فیما مضی یسمی عابدا حتی یعبد اللہ الف شھر فجعل اللہ تعالٰی لامۃ محمد ﷺ عبادۃ لیلۃ خیر من الف شھر کانوا یعبدونھا

(فتح القدیر للشوکانی، ۵:۴۷۲)

سابقہ امتوں کا عابد وہ شخص ہوتا جو ایک ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کے افراد کو یہ شب قدر عطا کردی جس کی عبادت اس ہزار ماہ سے بہتر قرار دی گئی۔

گویا یہ عظیم نعمت بھی سرکار دوجہاں ﷺ کی غلامی کے صدقہ میں امت کو نصیب ہوئی ہے۔

فضیلت شب قدر --- احادیث کی روشنی میں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ من قام لیلۃ القدر ایمانا و احتسابا

جس شخص نے شب قدر میں اجر و ثواب

غفرلہ ما تقدم من ذنبہ (صحیح بخاری، ۱:۲۷۰) — کی امید سے عبادت کی اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

اس ارشاد نبوی میں جہاں لیلۃ القدر کی ساعتوں میں ذکر و فکر، عبادت وطاعت کی تلقین کی گئی ہے وہاں اس بات کی طرف بھی متوجہ کیا گیا ہے کہ عبادت سے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہو، ریاکاری اور بدنیتی نہ ہو پھر یہ کہ آئندہ عہد کرے کہ برائی کا ارتکاب نہیں کروں گا۔ چنانچہ اس شان کے ساتھ عبادت کرنے والے بندے کے لئے یہ رات مژدہ مغفرت بن کر آتی ہے۔

۲۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رمضان المبارک کی آمد پر ایک مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان هذا الشهر قد حضركم وفيه ليلة خير من الف شهر من حرمها فقد حرم الخير كله ولا يحرم خيرها الا حرم الخير (سنن ابن ماجہ: ۲۰) — یہ جو ماہ تم پر آیا ہے اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار ماہ سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا وہ سارے خیر سے محروم رہا اور اس رات کی بھلائی سے وہی شخص محروم رہ سکتا ہے جو واقعتاً محروم ہو۔

ایسے شخص کی محرومی میں واقعتاً کیا شک ہو سکتا ہے جو اتنی بڑی نعمت کو غفلت کی وجہ سے گنوا دے۔ جب انسان معمولی معمولی باتوں کیلئے کتنی راتیں جاگ کر گزار لیتا ہے تو اسی سال کی عبادت سے افضل عبادت کیلئے چند راتیں کیوں نہ جاگے؟

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اذا كان ليلة القدر نزل جبرئيل عليه السلام في كبكبة من الملائكة يصلون على كل عبد قائم او قاعد — شب قدر کو جبرائیل امین فرشتوں کے جھرمٹ میں زمین پر اتر آتے ہیں اور اس شخص کے لئے دعائے مغفرت کرتے

یذکر اللہ عزوجل — ہیں جو کھڑے بیٹھے (کسی حال میں) اللہ کو یاد کر رہا ہو۔

اسی بات کو سورہ القدر میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ — اترتے ہیں ملائکہ اور جبرائیل امین اس رات میں اپنے رب کے حکم سے

(القدر ۹۷:۴)

شب قدر کو مخفی کیوں رکھا گیا؟

اتنی اہم اور بابرکت رات کے مخفی ہونے کی متعدد حکمتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱) دیگر اہم مخفی امور مثلاً اسم اعظم، جمعہ کے روز قبولیت دعا کی گھڑی کی طرح اس رات کو بھی مخفی رکھا گیا۔

۲) اگر اسے مخفی نہ رکھا جاتا تو عمل کی راہ مسدود ہو جاتی اور اسی رات کے عمل پر اکتفا کر لیا جاتا، ذوق عبادت میں دوام کی خاطر اس کو آشکار نہیں کیا گیا۔

۳) اگر کسی مجبوری کی وجہ سے کسی انسان کی وہ رات رہ جاتی تو شاید اس صدمے کا ازالہ ممکن نہ ہوتا۔

۴) اللہ تعالیٰ کو چونکہ بندوں کا رات کے اوقات میں جاگنا اور بیدار رہنا محبوب ہے اس لئے رات کی تعیین نہ فرمائی تاکہ اس کی تلاش میں متعدد راتیں عبادت میں گزاریں۔

۵) عدم تعیین کی وجہ گنہگاروں پر شفقت بھی ہے کیونکہ اگر علم کے باوجود اس رات میں گناہ سرزد ہوتا تو اس سے لیلۃ القدر کی عظمت مجروح کرنے کا جرم بھی لکھا جاتا۔

٦) ایک جھگڑا شب قدر کے اخفاء کا سبب بنا

ایک نہایت اہم وجہ اس کے مخفی کر دینے کی ایک جھگڑا بھی ہے حضرت عبادہ

بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اس رات کی تعیین کے بارے میں اپنی امت کو آگاہ فرمادیں کہ یہ فلاں رات ہے لیکن دو آدمیوں کے جھگڑے کی وجہ سے بتلانے سے منع فرمادیا۔
روایت کے الفاظ یہ ہیں:

خرج النبی ﷺ لیخبر بلیلۃ القدر فتلاحی رجلان من المسلمین فقال: خرجت لاخبرکم بلیلۃ القدر فتلاحی فلان و فلان فرفعت

(البخاری، ۱:۲۷)

ایک مرتبہ رسالت مآب ﷺ شب قدر کی تعیین کے بارے میں آگاہ فرمانے کے لئے گھر سے باہر تشریف لائے لیکن راستے میں دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے حضور ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں شب قدر کے بارے میں اطلاع دینے آیا تھا مگر فلاں فلاں کی لڑائی کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی۔

اس روایت نے یہ بھی واضح کردیا کہ لڑائی جھگڑے کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی بہت سے نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج امت برکتوں اور سعادتوں سے محروم ہوتی جارہی ہے۔

مذکورہ روایت سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ شاید اس کے بعد تعیین شب قدر کا آپ کو علم نہ رہا۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں کیونکہ شارحین حدیث نے تصریح کردی ہے کہ تعیین کا علم جو اٹھالیا گیا تھا تو صرف اسی ایک سال کی بات ہے ہمیشہ کے لئے نہیں۔

امام بدرالدین عینی شرح بخاری میں رقم طراز ہیں:

فان قلت لما تقرر ان الذی ارتفع علم تعیینھا فی تلک السنۃ فھل اعلم النبی ﷺ بعد ذالک بتعیینھا؟

اس سال تعیین شب قدر کا علم اٹھالیا گیا کیا اس کے بعد حضور ﷺ کو اس کی تعیین کا علم رہا یا نہ رہا؟ میں کہتا ہوں

قلت روی عن ابن عیینہ انہ اعلم بعد ذالک بتعیینها	حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ آپ کو اس کی تعیین کا علم تھا۔

(عمدۃ القاری' ۱۱:۱۳۸)

ہمارے نزدیک آقائے دوجہاں ﷺ کو نہ صرف تعیین کا علم ہے بلکہ آپ بعض غلاموں کو اس پر آگاہ بھی فرماتے۔

ایک صحابی کو آگاہ فرمانا

سنن ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ!

ان لی بادیہ اکون فیها وانا اصلی بحمد اللہ فمرنی بلیلۃ انزلها الی هذا المسجد فقال: انزل لیلہ ثلاث وعشرین	میں ایک ویرانے میں رہتا ہوں وہاں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نماز ادا کرتا ہوں آپ مجھے حکم دیں کہ کون سی رات آپ کے ہاں مسجد نبوی میں بسر کرنے کے لئے آؤں تو آپ نے فرمایا رمضان کی تیئسویں رات آجاؤ۔

یہ صحابی ہمیشہ تیئسویں رات کو مسجد نبوی میں آکر جاگا کرتے۔ لوگوں نے آپ کے صاحبزادے سے پوچھا کہ بتاؤ آپ کے والد اس رات کیا کرتے تھے تو انہوں نے کہا:

کان یدخل المسجد اذا صلی العصر فلایخرج الا لحاجۃ حتیٰ یصلی الصبح فاذا صلی الصبح وجد دابہ علی باب المسجد فجلس علیها ولحق بابادیہ	وہ عصر کے بعد صبح تک مسجد سے بغیر کسی حاجت کے باہر نہ آتے اور صبح اپنی سواری پر سوار ہوکر (مسجد کے دروازے پر سے) اپنے دیہات کی طرف روانہ ہوجاتے۔

اس روایت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہر آدمی کے لئے شب قدر الگ الگ ہے۔ شب قدر کے بارے میں آگاہ کرنا دور صحابہ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ

غلاموں پر اس شفقت کا سلسلہ تاقیامت جاری ہے۔ ہم یہاں ایک واقعہ کے تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

شب قدر کے تعیین کے سلسلہ میں ایک ایمان افروز واقعہ

۱۹۶۵ء میں (پروفیسر محمد طاہر القادری صاحب کے) والد گرامی حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور آخری عشرہ میں حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس کے سامنے مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھے۔ رمضان المبارک کی ۲۵ ویں شب نصف شب کے قریب اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور حضور اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اٹھ یہ رات شب قدر ہے" انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے دست اقدس میں ایک گھڑی (ٹائم پیس) ہے جس پر اس وقت تقریباً بارہ بج کر پچاس منٹ کا وقت تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ نہ صرف حضور ﷺ نے شب قدر کی اطلاع فرمائی ہے بلکہ اس رات کی خصوصی قبولیت کی ساعت کی بھی نشاندہی فرمادی ہے میں جلدی سے اٹھا' وضو کیا' ساتھ ہی راولپنڈی کے ایک نومسلم پروفیسر جو سکھ مذہب ترک کرکے مسلمان ہوئے تھے بھی معتکف تھے۔ میں نے چاہا کہ ان مبارک لمحات کی خبر ان کو بھی کروں لیکن یہ سوچ کر کچھ دیر کے لئے رک گیا کہ کہیں یہ افشائے راز حضور ﷺ کو نامنظور نہ ہو لیکن پھر یہ سوچ کر انہیں آگاہ کرنے کے لئے ان کی طرف چلا ہی گیا کہ یہ بھی حضور ﷺ کے در اقدس کے مہمان ہیں اگر منع کرنا مقصود ہوتا تو آپ ایسا حکم فرمادیتے۔ جب میں اس ارادے سے ان کے قریب گیا تو وہ میرے قدموں کی آہٹ سن کر بیدار ہوگئے میں نے ان سے کہا "پروفیسر صاحب! اٹھیں کیونکہ یہی رات لیلۃ القدر ہے" وہ مسکرا کر کہنے لگے "ہاں! اجابت کی گھڑی بارہ بج کر پچاس منٹ پر ہے" میں نے حیران ہوکر پوچھا "آپ کو کس نے بتایا؟" کہنے لگے "جس ہستی کے در پر آپ مہمان ہیں میں بھی انہیں کا مہمان ہوں آپ تو صرف ایک وطن چھوڑ کر حضور ﷺ کے در پر آئے ہیں جب کہ میں نے اس در کی غلامی کے لئے دو ہجرتیں کی ہیں ایک اپنے مذہب سے اور دوسری اپنے وطن

سے لہٰذا حضور ﷺ نے مجھے بھی اپنی نوازشات کریمانہ کا مستحق قرار دیا اور دولت دیدار سے نوازتے ہوئے اس مبارک گھڑی کے متعلق آگاہ فرمادیا ہے۔ (یہ واقعہ پروفیسر صاحب نے ایک خطاب میں بیان فرمایا)

شب قدر کی تعیین کے بارے میں تقریباً پچاس اقوال ہیں۔ ان میں سے دو اقوال نہایت ہی قابل توجہ ہیں۔

۱) رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان	لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔
(صحیح البخاری ۱:۲۷۰)	

چونکہ اعتکاف کا مقصد بھی تلاش لیلۃ القدر ہے اس لئے ان آخری ایام کا اعتکاف سنت قرار دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ کو جب تک اللہ تعالیٰ نے اس شب قدر کی تعیین سے آگاہ نہیں فرمایا تھا آپ اس کی تلاش کے لئے پورا رمضان اعتکاف کرتے تھے لیکن جب آگاہ فرمادیا تو وصال تک صرف آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے:

۲) رمضان المبارک کی ستائیسویں (۲۷) رات شب قدر ہے۔

جمہور علماء کرام کی یہی رات ہے۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

قد اختلف العلماء فی ذالک والذی علیہ المعظم انہا لیلۃ سبع وعشرین	علماء کا شب قدر کی تعیین کے بارے اختلاف ہے لیکن اکثریت کی رائے یہی ہے کہ یہ رات (رمضان المبارک کی) ستائیسویں رات ہے۔
(تفسیر القرطبی، ۲۰:۱۳۴)	

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

وکثیر منہم ذہب الی انہا اللیلۃ السابعۃ من تلک الاوتار	علماء کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ طاق راتوں میں سے ستائیسویں ہے۔
(روح المعانی، ۳۰:۲۲۰)	

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس اور قاری قرآن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کی بھی یہی رائے ہے۔

حضرت زر بن جیش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص پورا سال عبادت کرے گا وہ شب قدر کو پالے گا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جانتے ہیں کہ شب قدر رمضان کی آخری راتوں میں سے ہے اور وہ ستائیسویں رات ہے لیکن آپ نے اس کا ذکر اس لئے کر دیا تاکہ لوگ فقط انہی راتوں کو نہ جاگیں بلکہ پورا سال عبادت کریں اور اس کے بعد حلف اٹھا کر کہا کہ وہ رات ستائیسویں ہی ہے میں نے پوچھا کہ آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ رسالت ماب ﷺ نے جو اس کی علامت بیان فرمائی ہے وہ اسی رات میں پائی جاتی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ستائیسویں کو شب قدر قرار دیتے ہوئے تین دلیلیں بیان کرتے تھے۔

۱) لیلۃ القدر کے الفاظ نو(۹) حروف پر مشتمل ہیں اور یہ الفاظ اس سورہ مبارکہ میں تین دفعہ آئے ہیں جن کا مجموعہ ستائیس بن جاتا ہے۔

امام فخرالدین رازی ؒ نے آپ کی یہ دلیل ان الفاظ میں بیان کی ہے:

انہ قال لیلۃ القدر تسعۃ حروف وھو مذکور ثلاث مراۃ فتکون السابعۃ والعشرین (تفسیر کبیر ۳۲: ۳۰)

لیلۃ القدر کے نو (۹) حروف ہیں اور اس کا تذکرہ تین دفعہ ہوا ہے اور مجموعہ ستائیس (۲۷) ہوگا۔

۲) سورۃ القدر کے کل تیس (۳۰) الفاظ ہیں جن کے ذریعے شب قدر کے بارے میں بیان کیا گیا ہے لیکن اس سورت میں جس لفظ کے ساتھ اس رات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ ھی ضمیر ہے اور یہ لفظ اس سورت کا ستائیسواں لفظ ہے۔

ان السورۃ ثلاثون کلمۃ وقولہ سورت کے کل کلمات تیس ہیں (اور ان

(ھی)ھی السابعۃ و عشرون منھا — میں) ھی ستائیسواں کلمہ ہے۔
(تفسیر کبیر' ۳۲:۳۰)

اسی دلیل کو امام ابوبکر الوراق نے یوں بیان فرمایا ہے کہ رمضان کی تیس راتوں کی طرح اس سورت کے بھی تیس الفاظ ہیں گویا ہر لفظ رمضان کی ایک رات پر دال ہے۔ لہٰذا ان میں سے **ھی** ستائیسواں لفظ ہونے کی وجہ سے ستائیسویں رات پر دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر القرطبی' ۱۰:۱۳۶)

۳) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے شب قدر کی تعیین کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

احب الاعداد الی اللّٰہ تعالیٰ الوتر واحب الوتر الیہ السبعۃ فذکر السموات السبع والارضین السبع والاسبوع ودرکات النار وعدد الطواف (تفسیر کبیر' ۳۲:۳۰)

اللہ تعالیٰ کو طاق عدد پسند ہے اور عددوں میں سے بھی سات کے عدد کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کائنات کی تخلیق میں سات کے عدد کو نمایاں کر رہا ہے مثلاً آسمان سات' زمین سات' ہفتہ کے دن سات' طواف کے چکر سات وغیرہ۔

شب قدر کا وظیفہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ شب قدر کا وظیفہ کیا ہونا چاہئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کی تلقین فرمائی:

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی

اے اللہ! تو معاف کر دینے والا ہے اور معافی کو پسند فرمانے والا ہے۔ پس مجھے بھی معاف کر دے۔

کتابیات

نام کتب	مصنف / مؤلف	مطبع
۱۔ القرآن الکریم		
۲۔ صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (۲۵۶ھ)	قدیمی کتب خانہ۔ کراچی (۱۳۸۱ھ)
۳۔ صحیح المسلم	امام مسلم بن الحاج القشیریؒ (۲۶۱ھ)	قدیمی کتب خانہ۔ کراچی (۱۳۷۵ھ)
۴۔ سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید القزوینیؒ (۲۷۳ھ)	قدیمی کتب خانہ۔ کراچی (۱۳۸۱ھ)
۵۔ مؤطا امام مالکؒ	امام مالک بن انس اصبحیؒ (۱۷۹ھ)	میر محمد کتب خانہ۔ کراچی
۶۔ تفسیر کبیر	امام فخرالدین رازیؒ (۶۰۶ھ)	دارالکتب تہران (۱۴۰۰ھ)
۷۔ تفسیر القرطبی	ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی (۶۶۸ھ)	دار احیاء التراث (۱۹۶۷ء)
۸۔ تفسیر الخازن	علامہ علی بن محمد خازنؒ (۷۲۵ھ)	المکتبہ التجاریہ۔ مصر
۹۔ الدر المنثور	علامہ جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)	دار المعرفہ۔ بیروت
۱۰۔ روح المعانی	علامہ سید محمد آلوسیؒ (۱۲۷۰ھ)	مکتبہ امدادیہ۔ ملتان
۱۱۔ فتح القدیر	شیخ محمد بن علی شوکانیؒ (۱۲۵۰ھ)	مطبعہ مصطفیٰ البابی (۱۳۸۳ھ)
۱۲۔ عمدۃ القاری	امام بدرالدین عینیؒ (۸۵۵ھ)	دار الفکر۔ بیروت (۱۳۹۹ھ)
۱۳۔ در مختار	علاؤ الدین محمد بن علی حصکفیؒ (۱۰۸۸ھ)	المکتبہ الماجدیہ (۱۳۹۹ھ)
۱۴۔ رد المحتار	علامہ ابن عابدین شامیؒ (۱۲۵۲ھ)	المکتبہ الماجدیہ (۱۳۹۹ھ)
۱۵۔ فتاویٰ عالمگیری	ملا نظام الدینؒ (۱۱۶۱ھ)	دار المعرفہ۔ بیروت (۱۳۹۳ھ)